نجمہ افتخار راجہ کی سفر نامہ نگاری: اسلوب، مشاہدہ اور نسائی شعور کا مطالعہ

Najma Iftikhar Raja's Travelogues: A Study of Style, Observation and Feminine Consciousness

ندا زاہد [i] ڈاکٹر عذرا پروین [ii]

Abstract:

This article presents a critical analysis of Najma Iftikhar Raja's travel writing from stylistic, intellectual, and feminist perspectives. Her travelogues represent a distinct feminine viewpoint within the tradition of Urdu travel literature, shaped through the interplay of personal observation, domestic experience, and social consciousness. Focusing on Meray Bhi Safarnamay and Sayonara, the study demonstrates that the author consciously avoids the ostentatious display of knowledge and intellect, instead privileging simplicity, authenticity of observation, and direct narration of lived experience. Her writing integrates feminine sensitivity, awareness of familial relationships, and the minutiae of everyday life with the broader discourse of travel. The article concludes that Najma Iftikhar Raja's travel writing significantly expands the intellectual and stylistic possibilities of feminist travel literature in Urdu.

Keywords: *Travel Literature, Urdu Travel Writing, Najma Iftikhar Raja, Feminist Travelogue, Narrative Style, Cultural Observation, Feminist Perspective.*

یہ مقالہ نجمہٰ افتخار راجہ کے سفرناموں کا اسلوبیاتی، فکری اور نسائی تناظرات میں تنقیدی جائزہ پیش کرتا ہے۔ ان کے سفرنامے اردو سفرنامہ نگاری کی روایت میں ایک منفرد نسائی نقطہ نظر کی نمائندگی کرتے ہیں، جو ذاتی مشاہدے، گھریلو تجربے اور سماجی شعور کے باہمی امتزاج سے تشکیل پاتے ہیں۔ *میرے بھی سفرنامے* اور *سیونارا* کو مرکز مطالعہ بناتے ہوئے یہ تحقیق واضح کرتی ہے کہ مصنفہ شعوری طور پر علمیت اور دانشوری کے نمائشی اظہار سے گریز کرتی ہیں اور اس کے برعکس سادگی، مشاہدے کی صداقت اور زیست کے تجربات کی براہِ راست بیانیاتی تشکیل کو ترجیح دیتی ہیں۔ ان کی تحریر میں نسائی حساسیت، خاندانی رشتوں کا شعور اور روزمرہ زندگی کی مہین تفصیلات سفر کے وسیع تر بیانیے کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر سامنے آتی ہیں۔ اس مقالے میں یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ نجمہٰ افتخار راجہ کی سفرنامہ نگاری اردو کے نسائی سفرنامے میں فکری اور اسلوبیاتی امکانات کو نمایاں طور پر وسعت عطا کر رہی ہے۔

کلیدی الفاظ: سفرناموں کا ادب، اردو سفرنامہ نگاری، خاتون سفرنامہ نگار، نجمہ افتخار راجہ، نسائی شعور، بیانیہ اسلوب، ثقافتی مشاہدہ۔

اردو ادب میں سفر نامہ نگاری محض جغرافیائی نقل و حرکت کا بیان نہیں بلکہ فرد کے ذہنی، تہذیبی اور سماجی تجربات کا آئینہ دار ہوتی ہے۔ بالخصوص خواتین کی سفر نامہ نگاری نے اس صنف کو ایک نیا زاویۂ نظر عطا کیا ہے، جہاں سفر کے ساتھ ذات، گھر، تعلقات اور نسائی حساسیت بھی متن کا حصہ بن جاتی ہے۔ علاقائی سطح پر اگر اردو سفر نامہ نگاری کا جائزہ لیا جائے تو خطۂ ملتان اس حوالے سے ایک اہم مرکز کی حیثیت رکھتا ہے، جہاں خواتین لکھاریوں نے اس صنف میں قابلِ توجہ اضافہ کیا ہے۔ یہاں کی بعض خواتین نے

i اسکالر پی ایچ ڈی، شعبہ اردو، دی ویمن یونی ورسٹی ملتان۔
ii ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو، دی ویمن یونی ورسٹی ملتان۔ (Corresponding Author)

دنیا کے مختلف ملکوں کا سفر کیا اور اپنے مشاہدات کو باقاعدہ ادبی صورت میں پیش کیا۔ ان خواتین سفر نامہ نگاروں میں نجمہ افتخار کا نام خاص اہمیت رکھتا ہے۔

نجمہ افتخار ۱۹۶۱ء میں ملتان میں پیدا ہوئیں۔ پیشے کے اعتبار سے وہ طب کے شعبے سے وابستہ رہیں اور اس میدان میں ایک نمایاں مقام حاصل کیا۔ ان کے شوہر ڈاکٹر افتخار علی راجہ معروف نیورو سرجن تھے اور نجمہ افتخار نے بیشتر اسفار اپنے شوہر کی ہم راہی میں کیے۔ یہی اسفار بعد ازاں ان کی سفر نامہ نگاری کی بنیاد بنے۔ ان کا پہلا سفر نامہ میرے بھی سفرنامے ۱۹۸۷ء میں شائع ہوا، جب کہ دوسرا سفر نامہ سایونارا ۱۹۸۹ء اور تیسرا سفر نامہ کھل جا سم سم ۱۹۹۴ء میں بیکن بکس، ملتان سے شائع ہوا۔ ان سفر ناموں میں مغربی اور مشرقی معاشروں کے مشاہدات کے ساتھ ساتھ ایک تعلیم یافتہ، باشعور اور حساس خاتون کی نظر بھی شامل ہے، جو ان کی تحریروں کو محض سیاحتی روداد سے آگے لے جاتی ہے۔ نجمہ افتخار کی سفر نامہ نگاری کے حوالے سے ڈاکٹر روبینہ ترین لکھتی ہیں:

> وہ ایک سیاح کے روپ میں دکھائی دیتی ہیں کہ جس کا مقصد مغرب اور وہاں کے باسیوں کی زندگی کو زیادہ قریب سے دیکھنا تھا۔ نجمہ افتخار ان خواتین میں شمار ہوتی ہیں کہ جو سفر کو محظوظ ہونے کے لیے نئی چیزیں سیکھنے کے لیے کرتی ہیں وہ دنیا میں کہیں بھی جائیں وہاں کی زندگی کو دیکھتی ہیں اس سے لطف لیتی ہیں لیکن مرعوب نہیں ہوتیں بلکہ پاکستان سے ان کی محبت ہر جگہ قائم رہتی ہے۔ پاکستان سے محبت ایک ایسا وصف ہے جو انھیں مغرب کی تہذیب و تمدن کے چکا چوند سے بھی مرعوب نہیں کر سکا۔[۱]

نجمہ افتخار راجہ کا پہلا سفر نامہ میرے بھی سفرنامے دراصل ڈاکٹروں کی ایک بین الاقوامی کانفرنس کا نتیجہ ہے، جس کے سلسلے میں انھوں نے اپنے شوہر کے ہمراہ لندن، فرانس اور امریکہ کا سفر کیا۔ چوں کہ یہ سفر سرکاری و علمی نوعیت کا تھا اور میزبان اداروں کی جانب سے مدعو مہمان کے طور پر کیا گیا، اس لیے سفر نامے میں عمومی سفری مشکلات یا دشواریوں کا ذکر کم ہی ملتا ہے۔ جہاں جہاں مصنفہ گئیں، وہاں ان کا پُرتپاک اور شان دار استقبال کیا گیا، معیاری ہوٹلوں میں قیام رہا اور سیاحت، تفریح اور خریداری کے مواقع

بآسانی میسر آئے۔ یہی سبب ہے کہ اس سفر نامے میں سیر و سیاحت اور شاپنگ کا بیان نمایاں طور پر غالب نظر آتا ہے۔

نجمہ افتخار نے یورپ اور امریکہ کے ان شہروں میں ایک نئی اور جدید دنیا کو تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ وہاں کے مذہبی، سماجی اور ثقافتی حالات کا مشاہدہ ایک تعلیم یافتہ اور باشعور خاتون کی حیثیت سے کرتی ہیں۔ اس سفر نامے میں محض معلومات ہی نہیں بلکہ مصنفہ کا ذاتی مشاہدہ اور تاثرات بھی نمایاں ہیں۔ وہ مختلف اشیا، مقامات اور طرزِ زندگی کا بغور جائزہ لیتی ہیں۔ یورپ اور امریکہ کی ترقی دیکھ کر نہ تو وہ احساسِ کمتری کا شکار ہوتی ہیں اور نہ ہی حد سے زیادہ مرعوب نظر آتی ہیں، بلکہ وہاں دستیاب سہولیات سے لطف اٹھاتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ البتہ اس سفر نامے میں خود نمائی کا عنصر بھی کسی حد تک موجود ہے، جہاں مصنفہ اپنے مشاہدے اور احساسات کو دیگر پہلوؤں پر فوقیت دیتی ہیں۔ لندن اور امریکا کی پُر تعیش زندگی، آرام دہ طرزِ زیست اور خریداری کے تجربات کو وہ نہایت خوش گوار اور دل چسپ انداز میں بیان کرتی ہیں۔ شاپنگ کے حوالے سے ان کا یہ بیان خاص طور پر توجہ کا حامل ہے:

> لیکن میرا دل چاہ رہا تھا کہ ان میں سے آدھے بچوں کے لیے خرید لوں اور باقی اپنے لیے۔ میں نے اپنے جذبات کا اظہار اپنے مجازی خدا سے کیا تو جواب دیا کہ ایسا تکلف کرنے کی بھی کیا ضرورت ہے، فی الحال تم اپنے لیے ہی خرید لو، انھیں غالباً میرا انہماک پسند نہ آیا تھا۔ میں نے دو ایک کھلونے اپنے بچوں کے لیے خریدے اور دو ایک اپنے عزیزوں کے بچوں کے لیے۔[۲]

نجمہ افتخار کے سفر ناموں میں پاکستان سے محبت کا جذبہ اور اس کے ساتھ ساتھ وطن کی پسماندگی کا احساس بھی نمایاں طور پر سامنے آتا ہے۔ وہ امریکا میں مختلف مقامات پر امریکیوں کے رویّے کو پاکستان کے حوالے سے تقریباً یکساں پاتی ہیں، جس سے یہ تاثر ابھرتا ہے کہ ان کے نزدیک پاکستان ایک غیر مہذب اور کم ترقی یافتہ ملک کے طور پر جانا جاتا ہے، جہاں کے لوگ جدید دنیا کے شعور سے ناآشنا سمجھے جاتے ہیں۔ تاہم نجمہ افتخار نے ایئر پورٹ پر سامان کی جانچ پڑتال، امریکا کے تفریحی مقامات کی سیر یا دیگر مواقع پر کسی کھلے تعصب یا غیر مناسب سلوک کی شکایت براہِ راست انداز میں نہیں کی۔

ان کے سفر نامے کا ایک نمایاں پہلو یہ ہے کہ جن مقامات اور مناظر کا ذکر وہ ابتدا میں کرتی ہیں، کچھ ہی دیر بعد وہ پس منظر میں چلے جاتے ہیں اور خود مصنفہ کی ذات نمایاں ہو جاتی ہے۔ انھیں کیا پسند ہے، انھوں نے کس موقع پر کون سا لباس زیبِ تن کیا اور اس انتخاب کی کیا وجہ تھی، کسی جگہ کو دیکھ کر ان کے اندر کون سے جذبات ابھرے، یہ تمام عناصر سفر نامے میں بار بار سامنے آتے ہیں۔ اس طرح سفر کا بیرونی منظر نامہ کم اور مصنفہ کی داخلی کیفیات زیادہ ابھر کر سامنے آتی ہیں۔ پاکستانیوں کے بارے میں مغربی معاشروں میں پائے جانے والے عمومی تاثر کی نشان دہی وہ شاپنگ کے تناظر میں کرتی ہیں، جہاں انھیں بار بار اس خیال کا سامنا ہوتا ہے کہ پاکستانی محض خریداری کے شوق میں یہاں آتے ہیں۔ اس حوالے سے وہ لکھتی ہیں:

> جہاں کہیں ہم گئے ہر ایک نے ازراہِ محبت بازار لے جانے کی دعوت دی۔ جانے ہم پاکستانیوں کا ایسا لالچی تصور ان لوگوں کے ذہن میں کیوں ہے کہ جسے دیکھو وہ یہی سمجھتا ہے کہ جانے یہ کیا کچھ اکٹھا کرنے کی نیت سے یہاں آئے ہیں۔ بہر حال اگر میں بیس لوگوں کے ساتھ بھی شاپنگ پر نکلوں تو کیا بیس جوتے خرید لوں ایک بات کا اپنے کو یقین ہو گیا تھا کہ اپنے کو لوگوں نے نہایت بد ذوق تصور کر لیا ہو گا۔ [۳]

یہ اقتباس نہ صرف مغربی معاشروں میں پاکستانیوں کے بارے میں موجود stereotypical سوچ کی عکاسی کرتا ہے بلکہ نجمہ افتخار کے اس داخلی احساس کو بھی نمایاں کرتا ہے جس میں وہ اس تاثر پر خفگی اور حیرت دونوں کا اظہار کرتی ہیں۔ یوں ان کا سفر نامہ ذاتی مشاہدے کے ساتھ ساتھ قومی شناخت کے حوالے سے ایک غیر محسوس مگر اہم مکالمہ بھی قائم کرتا ہے۔

نجمہ افتخار راجہ کے سفر نامے میں تاریخ کا عنصر نہایت کم دکھائی دیتا ہے اور وہ تاریخی مقامات میں گہری دل چسپی لیتی نظر نہیں آتیں۔ ان کی توجہ زیادہ تر کھیل کود، سیاحت، کھانوں اور شاپنگ پر مرکوز رہتی ہے۔ وہ سفر کے ہر لمحے کو بھرپور انداز میں جینا چاہتی ہیں اور انھیں اس بات کا احساس بھی شدت سے ہے کہ شاید وہ دوبارہ ان مقامات پر آنے کا موقع نہ پا سکیں، اسی لیے وہ وہاں کے فطری حسن اور آسائشوں سے حتی

المقدور لطف اندوز ہونا چاہتی ہیں۔ اس رویّے کے باعث ان کے سفر نامے میں لندن، فرانس اور امریکا جیسے مختلف جغرافیائی خطّوں کے امتیازات بھی کسی حد تک مٹ جاتے ہیں اور مقامات سے زیادہ ان کی خوب صورتی اور سہولتیں نمایاں ہو جاتی ہیں۔

سفر نامے میں ان کے ہم سفر افراد، بالخصوص ان کے شوہر کے مزاج اور مختلف مواقع پر ان کے ردِ عمل کا ذکر خاصی تفصیل سے ملتا ہے۔ اس کے نتیجے میں قاری ان ممالک کے تاریخی، سماجی یا تہذیبی پہلوؤں سے زیادہ نجمہ افتخار کے ذاتی تجربات اور خانگی مشاہدات سے آشنا ہوتا ہے۔ یوں اس سفر نامے کو پڑھ کر مقامات کے بارے میں معلومات کم اور مصنفہ کی ذاتی پسند و ناپسند، احساسات اور مشاہدات زیادہ سامنے آتے ہیں۔ نجمہ افتخار نے اس سفر نامے میں نہ تو زبان کی ادبی چاشنی پیدا کرنے کی کوشش کی ہے اور نہ ہی اسلوبی تجربات کی طرف خاص توجہ دی ہے، بلکہ انھوں نے اپنے سفر کی یادداشتوں کو سادہ انداز میں محفوظ کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ سفر نامہ ایک ادبی فن پارے سے زیادہ ذاتی یادوں کی دستاویز کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

نجمہ افتخار اس سفر نامے میں کسی خاص فکری یا تہذیبی جستجو میں مبتلا دکھائی نہیں دیتیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک اس سفر کا بنیادی مقصد محض وقت گزارنا اور تفریح حاصل کرنا ہے۔ اگرچہ افتخار راجہ چوں کہ امریکہ میں تعلیم حاصل کر چکے تھے، اس لیے وہ بعض مقامات اور اداروں کو ایک مختلف زاویے سے دیکھتے ہیں، مگر نجمہ افتخار کا رویّہ اس سے مختلف ہے۔ وہ ان مقامات کو کسی فکری یا تنقیدی نظر سے دیکھنے کے بجائے ایک عام سیاح کی حیثیت سے برتتی ہیں۔ اس سفر نامے میں جملوں کی صحت اور زبان کی سادگی کا خاص خیال رکھا گیا ہے، تاہم فنی سطح پر گہرائی کا فقدان نمایاں ہے۔ نجمہ افتخار راجہ نے اس سفر نامے میں محض سیاحت کو ہی مرکز بنایا ہے۔ وہ ہر جگہ اپنی خوشی اور دل چسپی کا سامان تلاش کر لیتی ہیں، لیکن جن مقامات کی اصل تہذیبی، سماجی یا فکری معنویت ہو سکتی تھی، وہ زیادہ نمایاں نہیں ہو پاتی۔ یوں اگرچہ سفر کو ایک ذریعۂ اظہار تو مانا گیا ہے، مگر مصنفہ کے طرزِ بیان میں اس کی باطنی خوب صورتی پوری طرح اجاگر نہیں ہو سکی۔ اسی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ میرے بھی سفرنامے فنی اعتبار سے ایک نسبتاً ناپختہ سفر نامہ ہے۔

نجمہ افتخار راجہ کا دوسرا سفر نامہ سایو نارا جاپان، تھائی لینڈ اور ہانگ کانگ کے سفر پر مشتمل ہے، جو ۱۹۸۹ء میں بیکن بکس، ملتان سے شائع ہوا۔ یہ سفر بھی انھوں نے اپنے شوہر ڈاکٹر افتخار علی راجہ کے ہم راہ کیا۔ اس سفر نامے میں بھی ان کا بنیادی مقصد نئی نئی جگہوں کی سیاحت اور وہاں کی روزمرہ زندگی سے لطف اندوز ہونا ہے۔ نجمہ افتخار دیارِ غیر میں نظر آنے والی مختلف چیزوں کا موازنہ اکثر وطنِ عزیز کے کسی نہ کسی پہلو سے کرتی ہیں۔ جاپان جاتے ہوئے وہ تھائی لینڈ اور ہانگ کانگ سے گزرتی ہیں اور عمومی مزاج کے بر عکس تفریح گاہوں، شاپنگ پلازوں اور ریستورانوں کے ماحول اور طرزِ زندگی کو بیان کرتی ہیں۔ جاپان کے ساحل انھیں بے حد پسند آتے ہیں اور وہ ان کے حسن سے بھرپور لطف کشید کرتی ہیں۔ اس کے بر عکس جب وہ ٹوکیو جیسے مصروف اور گمبھیر شہر سے ہیروشیما اور ناگاساکی کا سفر کرتی ہیں تو وہاں ایٹم بم کے نتیجے میں ہونے والی تباہی کی منظر نگاری بھی سامنے لاتی ہیں۔

اس سفر نامے میں بھی مصنفہ کی ذات مرکزی حیثیت رکھتی ہے۔ کہیں وہ اپنے لیے میک اپ کا سامان خریدتی نظر آتی ہیں، کہیں لباس کا ذکر کرتی ہیں، کبھی اپنے شوہر کی فراخ دلی کو سراہتی ہیں اور کبھی ان ممالک سے واپس آ کر اپنی زندگی میں آنے والی تبدیلیوں کا ذکر کرتی ہیں۔ ان کے لیے یہ سفر تفریح اور معلومات دونوں کا مجموعہ ہے، جس میں وہ زندگی کے ہر لمحے کو دل کھول کر جینے کی کوشش کرتی ہیں۔ وہ لکھتی ہیں:

> مجھے اپنے میاں کی اس خوبی کا دل سے اعتراف ہے وقت ہو اور پیسہ تو یہ دونوں چیزیں ہم پر خرچ کرتے ہیں کبھی کنجوسی سے کام نہیں لیتے اور کبھی ماتھے پر بل نہیں ڈالتے۔ میں خود کو دنیا کی خوش قسمت عورت سمجھتی ہوں۔[۴]

نجمہ افتخار راجہ کے جاپان سے متعلق سفر نامہ سایو نارا میں علم و عرفان کی نمائشی کیفیت نظر نہیں آتی، بلکہ وہ سادگی کے ساتھ اپنے جذبات اور مشاہدات کو قلم بند کرتی ہیں۔ یہ سفر نامہ قاری کے علم میں وسعت پیدا کرتا ہے اور اسے ایک نئی تہذیب سے متعارف کراتا ہے۔ نجمہ افتخار کا اسلوب کسی مصلحت یا تصنع کا شکار نہیں ہوتا، بلکہ وہ الفاظ کے بر محل استعمال اور جملوں کی قرینے دار تشکیل سے بخوبی واقف ہیں۔ ان کا یہ سفر نامہ حقیقت کے قریب تر ہے اور وہ تخیل کی غیر ضروری رنگ آمیزی سے خود کو محفوظ رکھتی

ہیں، تاہم اس کے باوجود تحریر میں ایک ہلکی سی ادبی چاشنی موجود ہے جو قاری کی دل چسپی کو برقرار رکھتی ہے۔ سایو نارا کے پسِ سرِ ورق پر پروفیسر حسن عابد زیدی کے درج کردہ تاثرات مصنفہ کے فکری اور اسلوبی امتیازات کو نمایاں کرتے ہیں:

> نجمہ افتخار ادبی افق پر بہت آہستگی سے آئی ہیں، جو بات کرتی ہیں وہ ہوش مندی اور تفکر کی حامل ہوتی ہے۔ زندگی کی وسعت اور گہرائی کا اندازہ انھیں بخوبی ہے جس کا اظہار وہ اس طرح کرتی ہیں کہ قاری کو فلسفہ اور منطق کی اصطلاحوں سے بچا لے جاتی ہیں۔ واقعات کے بیان میں توازن و تناسب کو بڑی خوبی سے انھوں نے برقرار رکھا ہے۔ ان میں استفسار و تجسّس تو فطری ہے لیکن وہ غیر منطقی فکر کو پسند نہیں کرتیں اسی لیے وہ دوسری قوم کے لوگوں میں اسقام و عیوب تلاش نہیں کرتیں۔ نجمہ افتخار کا اسلوب نئی آواز اور نئے لب و لہجہ کا پتہ دیتا ہے۔[۵]

نجمہ افتخار راجہ کے دوسرے سفر نامے سایو نارا کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان کا قلب و ذہن فکری طور پر تربیت یافتہ ہے۔ وہ سفر کے دوران صرف وہی کچھ بیان کرتی ہیں جو اپنی آنکھ سے دیکھتی اور اپنے شعور سے محسوس کرتی ہیں۔ ان کی تحریر میں علم و عرفان کی غیر ضروری نمائش نہیں ملتی بلکہ سادگی، صداقت اور تجربے کی دیانت داری نمایاں ہے۔ یہی سبب ہے کہ ان کا سفر نامہ محض تفریحی روداد نہیں رہتا بلکہ قاری کے علم اور شعور میں اضافہ کرتا ہے۔ نجمہ افتخار نے زبان و بیان میں تصنع یا بناوٹ سے گریز کیا ہے اور الفاظ کے برمحل استعمال اور جملوں کی متوازن ساخت کے ذریعے ایک نشاطیہ کیفیت پیدا کرنے میں کامیاب ہوئی ہیں۔ کتاب کے سرِ ورق پر محمد علی صدیقی کے تاثرات نجمہ افتخار کی اسلوبی اور فکری انفرادیت کو مزید واضح کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

> نجمہ افتخار نے وہی کچھ لکھا جو دیکھا اور محسوس کیا۔ علم و عرفان کی بے جا نمائش نہیں کی بلکہ سادگی کو اختیار کیا اور اپنے اسلوب کی تازگی و توانائی سے کام لے کر ایک ایسا سفر نامہ لکھا جو قاری کے علم میں توسیع اور اضافہ کا باعث ہوگا۔[۶]

محمد علی صدیقی کے نزدیک نجمہ افتخار کی سب سے بڑی فنی خوبی یہ ہے کہ وہ دروغ گوئی، تصنع اور

مبالغے سے مکمل اجتناب کرتی ہیں۔ ان کے ہاں زبان کی کاریگری یا لفظی بازی گری کے بجائے وہ زبان ملتی ہے جو ان کی فطری بول چال اور تربیت کا حصہ ہے۔ مناظر کو انھوں نے اپنی آنکھ سے دیکھ کر سنجیدہ انہماک کے ساتھ اس طرح پیش کیا ہے کہ قاری کے سامنے تخلیقی صورت گری کی ایک واضح تصویر ابھر آتی ہے۔ یہی وصف ان کے سفر نامے کو اعتبار، صداقت اور فنی حسن عطا کرتا ہے۔

نجمہ افتخار راجہ نے سایو نارا میں تھائی لینڈ اور جاپان کی سیاحت کا احوال قلم بند کیا ہے۔ اس سفر نامے میں وہ ان ممالک کی معاشرتی، تمدنی، اخلاقی، معاشی اور سیاسی صورتِ حال کو اپنے مشاہدے کی روشنی میں بیان کرتی ہیں۔ ان کا اسلوب اس قدر دلکش ہے کہ قاری یوں محسوس کرتا ہے جیسے وہ مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو اور آہستہ آہستہ ان میں محو ہوتا جا رہا ہو۔ موضوعات کی جاذبیت اور بیان کی روانی ایسی ہے کہ قاری کتاب رکھنا بھول جاتا ہے۔ سفر نامے کا آغاز "سائیکالوجی ڈیپارٹمنٹ سے ملکِ سیام تک" کے عنوان سے ہوتا ہے۔ نجمہ افتخار گورنمنٹ کالج لاہور میں نفسیات کے شعبے کی طالبہ کے طور پر اپنے تعلیمی ماحول اور سہیلیوں کے تذکروں سے بات کا آغاز کرتی ہیں۔ یہ یادیں ان دنوں کی طرف لے جاتی ہیں جو شاید دوبارہ لوٹ کر نہ آسکیں۔ چھوٹی چھوٹی باتوں سے وابستہ خوشیاں ان کے بیان میں ایک لطیف اداسی اور مسرت کا امتزاج پیدا کر دیتی ہیں۔

اس سفر سے قبل وہ یورپ اور امریکا کے اسفار کر چکی تھیں اور عمرے کی سعادت بھی حاصل کر چکی تھیں۔ اب وہ مشرقِ بعید ایک سیمینار کے سلسلے میں جا رہی تھیں، تاہم اس بار یہ سفر اپنے شوہر اور بچوں کے ہم راہ تھا۔ بچوں کے ساتھ سفر کے حوالے سے خوف، خدشات اور تیاریوں کا ذکر سفر نامے میں ابتدا ہی سے ملتا ہے۔ آغاز ہی میں ایک گھریلو فضا قائم ہو جاتی ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے جیسے قاری کسی اپنے خاندان کے ساتھ سفر میں شریک ہے۔ یہ سفر ۱۹ مئی ۱۹۸۷ء کی صبح ملتان سے شروع ہوا۔ ملتان سے کراچی اور وہاں سے تھائی لینڈ کے لیے روانگی ہوئی۔ سفر کے آغاز ہی سے پیش آنے والی مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے وہ لکھتی ہیں:

> ایک تو جاپان براستہ بنکاک اور پھر جہاز پر چڑھنا براستہ فرسٹ کلاس۔ بچوں کا ولولہ جہاں مرا دل گرماتا تھا وہیں مناکا تا حال گرم ماتھا میرے دل میں فکر کی لہر سی دوڑا دیتا تھا بہر حال فرسٹ کلاس میں تھائی کی ناز پر داریاں اور نخرے، دبلی پتلی سکرٹ

پہنی لڑکیوں کا ہاتھ باندھ کر "سواس دی" یعنی خوش آمدید کہنا۔[۷]

تھائی لینڈ پہنچتے ہی نجمہ افتخار اپنے قاری کو دو سطحوں پر متعارف کراتی ہیں۔ ایک طرف ان کا اپنا خاندان ہے؛ بچے، ان کے تاثرات، شوق اور گھریلو زندگی کی جھلکیاں اور دوسری طرف تھائی لینڈ کے بارے میں ان کے مشاہدات اور تجربات ہیں جو وہ قاری کے ساتھ شریک کرتی ہیں۔ وہ بتاتی ہیں کہ یہ سال تھائی لینڈ میں سیاحت کا سال قرار دیا گیا ہے، کیوں کہ اسی برس بادشاہ کی عمر ساٹھ برس مکمل ہو رہی ہے، جس کے سلسلے میں ملک بھر میں پروقار تقریبات اور جشن کی تیاریاں جاری ہیں۔

سفر کے آغاز ہی میں وہ قاری کو اس ملک کے بنیادی تعارف سے آگاہ کرتی ہیں، جن میں آبادی، رقبہ، بارش کا نظام، کرنسی، بادشاہی نظام، مذہب، لفظ "سیام" کے معنی، شرح خواندگی اور ہاتھیوں کے حوالے سے جنگلات اور نیشنل پارکس کا ذکر شامل ہے۔ یوں ابتدا ہی میں ایک معلوماتی فضا قائم ہو جاتی ہے جو آگے چل کر مشاہداتی بیان سے جڑ جاتی ہے۔ ایئر پورٹ سے ہوٹل جاتے ہوئے وہ بنکاک کا موازنہ کراچی سے کرتی ہیں اور اپنے تاثرات یوں بیان کرتی ہیں:

> ہم چلے ہوٹل امپیریل کی طرف مجھے تو وہاں کراچی والا سماں لگا۔ نم نم ہوا سے ہلتے ہوئے پام کے پیڑ، چبھنے والی دھوپ اور رش والی سڑکیں، ہوٹل امپیریل ایئر پورٹ سے تقریباً ۲۷ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے جو ہم نے تقریباً آدھے گھنٹے میں طے کیا۔[۸]

بنکاک میں مختصر قیام کا احوال سفر نامے میں تفصیل سے درج ہے۔ ہوٹل، اس کے کمرے، واش روم، دروازے، وہاں موجود لوگ، خوراک، مقامی افراد سے گفتگو اور موسم؛ سب کچھ قاری کو ساتھ ساتھ معلوم ہوتا رہتا ہے۔ وہ تھائی لینڈ کے عام لوگوں کی زندگی اور روزمرہ گزر بسر کو بھی خاص توجہ سے بیان کرتی ہیں۔ یہاں کے پھل، ان کا ذائقہ، سائز اور قیمت؛ سب کچھ وہ اپنے ذاتی مشاہدے کی بنیاد پر اس انداز سے بیان کرتی ہیں کہ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے قاری کو بھی وہی پھل پیش کیے جا رہے ہوں۔

نجمہ افتخار راجہ نے تھائی لینڈ میں تین دن قیام کیا۔ اس مختصر مگر مصروف قیام کے دوران انھوں نے فلوٹنگ مارکیٹ اور روز گارڈن کی سیر کی، مختلف مندروں کا مشاہدہ کیا اور ساحلی مناظر سے لطف اٹھایا۔

اس پورے سفر میں وہ قاری کو مسلسل اپنی مصروفیات سے آگاہ رکھتی ہیں اور ساتھ ہی بچوں کی طبیعت، ان کے تاثرات اور ردِ عمل کو بھی بیان کرتی جاتی ہیں۔ مزید یہ کہ تھائی زبان کے بعض الفاظ، ان کے تلفظ اور معانی کی وضاحت بھی کرتی ہیں، جس سے بیان میں ایک تعارفی اور معلوماتی پہلو پیدا ہو جاتا ہے۔ یوں تھائی لینڈ کا سفر اختتام کو پہنچتا ہے۔ ڈاؤ کینال کی سیر کے دوران وہاں موجود چھوٹے چھوٹے کشتیوں پر بنے گھروں اور وہاں بسنے والی زندگی کا تعارف وہ ایک معنی خیز اور پُر اثر اسلوب میں کراتی ہیں۔ اس موقع پر ان کا مشاہدہ محض خارجی منظر تک محدود نہیں رہتا بلکہ ایک فکری زاویہ بھی اختیار کر لیتا ہے:

> انسان جو سمندر اور خلا سب زیر کرنے پر تلا ہوتا ہے وہ انسان بڑا عجیب ہے وہ پانی میں بھی گھر بنا لیتا ہے اور دلوں میں بھی گھر کر جاتا ہے۔ چاہے تو اپنے حرص و ہوس سے بناتے ہوئے گھر کو بھی ویران کر دیتا ہے اور نادانی پر اترائے تو دل کی بستی بھی اجاڑ دیتا ہے، جانے وہ کیوں بھول جاتا ہے کہ سوہنا رب دلوں میں رہتا ہے بہر حال اس ڈاؤندی کے کنارے لوگوں نے جو گھر آباد کر رکھے تھے ان میں دل کے اُجالے کے آثار واضح تھے۔[۹]

جاپان پہنچنے کے بعد نجمہ افتخار مسلسل جاپان کا موازنہ بنکاک اور پاکستان سے کرتی جاتی ہیں۔ یہاں کے لوگ، ان کا برتاؤ، ڈاکٹروں کی کانفرنس کا نظم، سڑکوں کی صفائی، درختوں کی قطاریں، لوگوں کا لباس اور خوب صورت نقوش والی لڑکیاں اور لڑکے؛ یہ سب امور انھیں حیرت میں مبتلا کرتے ہیں اور ان کے بیان کا حصہ بنتے ہیں۔ اس سفر نامے کا غالب حصہ جاپان کی سیر و سیاحت پر مشتمل ہے۔ وہ جاپان کی مشہور فیوجی فلم کے دفتر کی سیر، سینڈائی عجائب گھر کی تفصیل، مشن سوزوکی کا ذکر، جاپانی عورتوں کے مخصوص لباس ''کمونو'' اور مختلف شہروں میں خرید و فروخت کے تجربات کو بھی قلم بند کرتی ہیں۔

سفر نامہ سایونارا کے آغاز میں لطیف الزمان خاں کا تحریر کردہ تعارف اس امر کی توثیق کرتا ہے کہ نجمہ افتخار راجہ کا مشاہدہ محض سیاحانہ نہیں بلکہ گھریلو اور معاشرتی سطح پر جڑوں تک پہنچنے کی کوشش ہے۔ وہ جاپان کو کسی اجنبی یا حیرت انگیز دیس کے طور پر نہیں دیکھتیں بلکہ اسی مانوس نگاہ سے دیکھتی ہیں جس سے وہ لاہور جیسے اپنے شہر کو دیکھنے کی عادی ہیں۔ ان کا مقصد اعداد و شمار، طویل تاریخی بیانات یا رسمی معلومات

فراہم کرنا نہیں بلکہ جاپانی معاشرے کی روزمرہ زندگی، گھریلو ماحول اور انسانی رویّوں کو قاری کے سامنے لانا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے بیان سے جاپان کا ایک زندہ، متحرک اور باوقار معاشرہ ابھرتا ہے۔ لطیف الزمان خاں اس پہلو کی نشان دہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

نجمہ خود بھی سب کچھ اس طرح دیکھتی رہیں جسے وہ لاہور کو دیکھتی رہی ہیں۔ اصل بات یہ نہیں کہ وہ آپ کو بتائیں کہ زمین کم اور آبادی بہت زیادہ ہے۔ وہ ساری تاریخ بھی نہیں بتلاتیں۔ وہ تو آپ کو جاپانیوں کی گھریلو زندگی دکھاتی ہیں۔"[۱]

اسی تعارف میں نجمہ افتخار کے اسلوب پر گفتگو کرتے ہوئے ان کی تحریر کی سادگی، تہذیب اور قرینے کو نمایاں کیا گیا ہے۔ ان کا اسلوب نہ تو تصنع کا شکار ہے اور نہ ہی ایسی بے تکلفی پر اترتا ہے جو سفر نامے کے وقار کو مجروح کرے۔ وہ وہی زبان لکھتی ہیں جو ان کی گھریلو اور تہذیبی تربیت کا حاصل ہے، جس میں شگفتگی بھی ہے اور توازن بھی۔ لطیف الزمان خان کے الفاظ میں:

پوری کتاب میں وہ فضا آپ کو کہیں نہ ملے گی جسے بے تکلفی پر محمول کیا جائے۔ ایسا بھی نہیں کہ شگفتگی نہ ہو۔ کہنا صرف یہ ہے کہ ہر بات ایک قرینے، سلیقہ اور ڈھنگ سے کہی گئی ہے۔"

یہ تعارفی نکات سایونارا کے مطالعے سے قبل قاری کی ذہنی رہنمائی کرتے ہیں اور واضح کرتے ہیں کہ یہ سفر نامہ علم و عرفان کی نمائش یا غیر ضروری جذباتیت کے بجائے مشاہدے، سلیقے اور تہذیبی شعور کا سفر نامہ ہے، جو نجمہ افتخار راجہ کے مجموعی فکری اور ادبی مزاج کی درست نمائندگی کرتا ہے۔

نجمہ افتخار راجہ سایونارا میں جاپان کے مختلف شہروں کے اہم سیاحتی اور تاریخی مقامات کا نہایت دل چسپ انداز میں تعارف کراتی ہیں۔ وہ جاپان کی تیز رفتار معاشی ترقی، خصوصاً الیکٹرونکس کے شعبے میں ہونے والی غیر معمولی پیش رفت پر حیرت کا اظہار کرتی ہیں اور وہاں تیار ہونے والی جدید اشیا کو قاری کے سامنے متعارف کراتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ جاپان کی بڑھتی ہوئی آبادی، زمین کی زیادہ قیمت، پانچ ستارہ ہوٹلوں کی شان و شوکت اور جاپانی ثقافتی زندگی کی ایک جامع تصویر پیش کرتی ہیں، جس میں اس معاشرے کا بعض پہلوؤں سے رجعت پسند ہونا بھی نمایاں ہو کر سامنے آتا ہے۔ جاپان کے ریلوے اسٹیشن،

ٹوکیو شہر کی ہمہ وقت رونق، آبادی کا دباؤ، گھروں کی ساخت، کمروں میں کتابوں کی الماریاں، سونے کے کمروں کا نظم اور شہروں میں موجود پارکوں کی حالت؛ یہ سب مناظر نجمہ افتخار کے مشاہدے میں پوری تفصیل کے ساتھ آتے ہیں۔ چوں کہ اس سفر کا شوق خود انھیں تھا اور وہ جاپان کو قریب سے دیکھنا چاہتی تھیں، اس لیے ان کی ذاتی دل چسپی اس سفر نامے میں نمایاں طور پر محسوس کی جا سکتی ہے۔ ٹوکیو شہر اور وہاں کے لوگوں کے مزاج کو وہ یوں بیان کرتی ہیں:

> ٹوکیو عجب شہر ہے۔ اس ملک کا مصروف ترین شہر جہاں پرانی روایات اور نئی قدریں بڑے سکون سے ساتھ ساتھ چل رہی ہیں۔ جہاں زلزلے اور طوفان آتے ہیں لیکن پر سکون لوگوں کے درمیان سے گھبرا کے گزر جاتے ہیں۔ لوگ پوری دل جمعی سے کام کرتے ہیں لیکن رات کا ایک آدھے گھنٹہ اور ہفتے کا ایک آدھ دن سیر کے لیے نکال لیتے ہیں، جہاں شرائن مندر کی گھنٹیاں بجتی ہیں تو سفید لبادوں میں ملبوس سادھو پوجا پاٹ کے لیے نکل پڑتے ہیں لیکن ساتھ ہی وہ نسل بھی سے موسیقی کی دھنوں پر سر دھنتی ہے۔[۱۲]

نجمہ افتخار راجہ نے اس سفر نامے میں جاپان کے ماضی اور حال کو جوڑنے کی بھی ایک شعوری کوشش کی ہے۔ اگرچہ سفر نامے کا بڑا حصہ سیاحت اور مشاہدے پر مشتمل ہے، تاہم اختتامی حصے میں وہ دوسری جنگِ عظیم کے دوران جاپان پر گرائے جانے والے ایٹم بم کا تفصیل سے ذکر کرتی ہیں۔ ہیروشیما اور ناگاساکی کے حوالے سے وہ نہ صرف تباہی کی ہول ناکی کو اجاگر کرتی ہیں بلکہ اس حقیقت پر بھی روشنی ڈالتی ہیں کہ کس طرح جاپانی قوم نے اس سانحے کے بعد حوصلہ، محنت اور ثابت قدمی کے ذریعے خود کو دوبارہ تعمیر کیا۔ ان مقامات کو وہ جاپانی قوم کی اجتماعی یادداشت اور قومی عزم کی علامت کے طور پر پیش کرتی ہیں، جہاں انسانیت کو بربریت کا نشانہ بنایا گیا، مگر اس کے باوجود اس قوم نے ہار نہیں مانی اور دنیا کی ترقی یافتہ اقوام میں اپنا مقام دوبارہ حاصل کر کے سب کو حیران کر دیا۔

سایو نارا جاپان سے متعلق اردو سفر ناموں میں اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ یہ محض سفر کی روداد نہیں بلکہ اس میں مصنفہ کی ذات، جذبات اور مشاہدات پوری شدت کے ساتھ

شامل ہو گئے ہیں۔ نجمہ افتخار راجہ طویل عرصے سے اس سرزمین کو دیکھنے کی خواہش مند تھیں، اس لیے جب انھیں یہ موقع میسر آیا تو جاپان ان کے لیے ایک محبوب کی مانند بن گیا، جس کے اوصاف وہ محبت اور لگاؤ سے بیان کرتی ہیں۔ ایک مصروف بیوی، مشرقی عورت اور زیرک سیاح کی حیثیت سے وہ اپنے بچوں اور شوہر کی ذمہ داریوں کو نبھاتے ہوئے روز بہ روز جاپان کی سماجی، ثقافتی اور تاریخی زندگی کے نئے پہلو قاری کے سامنے لاتی ہیں۔ اس سفر نامے میں جاپان کے سیاحتی، تعلیمی، تاریخی اور ثقافتی مقامات کا جامع تعارف موجود ہے۔ اسی کی دہائی میں تحریر کیے جانے کے باعث اس میں داستانوی انداز اور معلوماتی رنگ دونوں نمایاں ہیں، جو مصنفہ کے ذوقِ مطالعہ اور مشاہدے کی وسعت کا پتا دیتے ہیں۔ سایو نارا آج بھی جاپان کے ماضی اور حال کو سمجھنے میں مددگار ہے، خصوصاً اس دور کو نمایاں کرتا ہے جب جاپان ایٹم بم کی تباہ کاریوں سے نکل کر الیکٹرونک صنعت کے ذریعے خود کو ترقی یافتہ اقوام کی صف میں شامل کر رہا تھا۔

نجمہ افتخار راجہ کے سفر ناموں کا جائزہ لینے کے بعد ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان کی سفر نامہ نگاری اردو ادب میں ایک ایسے نسائی تجربے کی نمائندہ ہے جو سادگی، مشاہدے کی صداقت اور ذاتی تجربے کی بے ساختہ ترسیل پر قائم ہے۔ ان کے سفر نامے محض جغرافیائی مقامات کی سیاحت نہیں بلکہ ایک تعلیم یافتہ، گھریلو اور باشعور عورت کے زاویۂ نظر سے دنیا کو دیکھنے کی کوشش ہیں۔ میرے بھی سفرنامے اور سایو نارا میں مصنفہ علم و عرفان کی نمائشی سطح سے گریز کرتے ہوئے روزمرہ زندگی، خاندانی رشتوں، نسائی حساسیت اور تہذیبی مشاہدات کو سفر کے بیان میں اس طرح سمو دیتی ہیں کہ متن میں ایک فطری روانی پیدا ہو جاتی ہے۔ ان کا اسلوب بیانیہ ہے، جس میں جذباتی اعتدال، غیر جانبداری اور ذاتی پسند و ناپسند کی جھلک ساتھ ساتھ چلتی ہے۔ اگرچہ بعض مقامات پر ذات کا غلبہ سفر کی خارجی جہتوں کو محدود کر دیتا ہے، تاہم مجموعی طور پر ان کی تحریریں اردو سفر نامہ نگاری میں نسائی شعور، گھریلو تجربے اور ذاتی مشاہدے کے نئے امکانات روشن کرتی ہیں۔ اس اعتبار سے نجمہ افتخار راجہ کو ملتان کی خواتین سفر نامہ نگاروں میں ایک اہم اور قابلِ توجہ مقام حاصل ہے۔

حوالہ جات

۱۔ روبینہ ترین، تاریخِ ادبیاتِ ملتان (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۲ء)، ۴۰۶۔

۲۔ نجمہ افتخار راجہ، میرے بھی سفرنامے (ملتان: بیکن بکس، ۱۹۸۷ء)، ۱۷۲۔

۳۔ ایضاً، ۲۰۹۔

۴۔ نجمہ افتخار راجہ، سایونارا (ملتان: بیکن بکس، ۱۹۹۰ء)، ۱۶۵۔

۵۔ حسن عابد زیدی، تاثرات پسِ سرِ ورق، سایونارا۔

۶۔ محمد علی صدیقی، تاثرات سرِ ورق، سایونارا۔

۷۔ نجمہ افتخار راجہ، سایونارا، ۲۷۔

۸۔ ایضاً، ۴۳۔

۹۔ ایضاً، ۸۸۔

۱۰۔ لطیف الزماں خان، "تعارف"، مشمولہ: سایونارا، ۹۔

۱۱۔ ایضاً۔

۱۲۔ نجمہ افتخار راجہ، سایونارا، ۲۰۔